حاجی بشیر احمد صاحب

حج بیت اللہ کیلئے میرا سفر

گھر سے مدینہ منورہ تک

جناب حاجی حکیم بشیر احمد صاحب سکنہ سہارن خورد ضلع گوجرانوالہ کو ۱۹۵۷ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے دوران سفر جو تاثرات قلمبند فرمائے اس سے چند اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

★

۱۵ مئی ۱۹۵۷ء بروز بدھ میں بغیر نشر و تشہیر کے چپ چاپ گھر سے روانہ ہوا۔ اور ۱۷ مئی ۱۹۵۷ء کو کراچی پہنچا۔ وہاں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کافی دن گذارنے پڑے۔ جوں جوں دن گذرتے جاتے تھے امید کی گھڑیاں قریب تر ہوتی جاتی تھیں۔ مگر ساتھ ہی یہ خوف بھی تھا کہ شاید اس دفعہ بھی قرعہ غلط ہی نکلے، اور خدا جانے کتنے یوم مزید کراچی کا آب و دانہ قسمت میں ہے ــــ آخر ۳۰ مئی کو رات کے قریباً دو بجے ہمیں کراچی سے بصرہ تک جہاز کے ٹکٹ مل گئے۔ دوسرے دن صبح سے بندرگاہ پہنچنے کی تیاری کر رہے تھے، جن کامیاب حضرات کو جہاز کے ٹکٹ مل چکے تھے، وہ اپنا اپنا رخت سفر باندھ رہے اور زبان حال سے خدائے قدوس کی حمد و ثنا کہہ رہے تھے اور جو ٹکٹ سے محروم تھے، وہ سراسیمہ و حیران و پریشان تھے۔ ان کو دوگونہ بیقراری تھی ــــ

قریباً گیارہ بجے ہم بندرگاہ پہنچے، وہاں ہمارے ڈاکٹری سرٹیفکیٹ دیکھے گئے اور نبض سے بھی مقصد مطلوبہ حاصل کر کے محکمہ نے اپنی مہر بلا اجرت و بلا وقت ہمارے پاسپورٹ پر نصب کی۔ بعد ازاں ہم نے اپنا سامان شیڈ کے اندر لا کر رکھا، محکمہ کے افسران نے سارا سامان چیک کیا۔ اس دوران ہمیں بے حد پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے بعد سامان کو جہاز میں پہنچانا اور پھر بآرام جگہ حاصل کرنا بجز بتائید ایزدی نیست ــــ بہرکیف ہم جہاز میں سوار ہو گئے۔ مگر جگہ بہت ہی ناکافی اور تکلیف دہ ملی، یعنی دروازے کے بالکل قریب

ہر خورد و کلاں کا گذر اور پھر چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کیلئے آمد و رفت نے جہاں ہمیں ایک گونہ روحانی اور جسمانی تکلیف دی، وہاں زبانِ طعن و تشنیع پر مہرِ خاموشی بھی ثبت کر دی۔ اور ہم دو آدمی تو بالکل مسؔتو قبلے اَتْ تمونتو کے پیکرِ مجسمہ تھے، عورتوں اور مردوں کا بالکل ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونا بعض طبائع پر ایک اور بھی قہر ڈھاتا تھا۔ یعنی ان کا نورِ ایمانی زنگِ شیطانی سے ملوّن ہونا بھی ممکن تھا۔ مگر قربان جاؤں قدرتِ خداوندی کے کہ لمحہ بھر میں سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ اور غیر نظر سے دیکھنا تو درکنار نظر خود ہی بند ہوگئی اور جہاز روانہ ہوا ـــــ

ـــــ جہاز جا رہا تھا، سمندری لہریں اسے اپنے دامنِ آغوش میں لئے ہوئے فرطِ محبت سے دباتی اور چھوڑتی تھیں۔ مسافروں کو خوب ہچکولے آ رہے تھے ـــــ یکم جون کو عین بارہ بجے دوپہر ہم گوادر بندرگاہ پہنچے۔ اور دوسرے دن جہاز مسقط بندرگاہ پر کھڑا ہوگیا۔ اور شام کے پونے چھ بجے پھر یہاں سے روانہ ہوا۔ اب جہاز ریل گاڑی کی طرح چل رہا تھا۔ بالکل ہچکولے کا نام و نشان نہ تھا۔ اور سفر پُر لطف تھا۔

دورانِ سفر ہمارا جہاز مختلف بندرگاہوں مثلاً دوبئی۔ بحرین۔ یوشائر سے ہوتا ہوا کویت کے مقابل تین میل کے فاصلہ پر لنگر انداز ہوا، مال اترنا شروع ہوگیا۔ اور رات کے ½ ۹ تک جہاز کھڑا رہا۔ یہاں سے روانگی کے وقت بندرگاہ کا منظر نہایت قابلِ دید تھا۔ روشنی کے مینار مجسم روشنی بنے ہوئے تھے۔ جہاز یہاں سے کسی قدر واپس چل کر پھر اپنی اصلی راہ پر آگیا اور جانبِ منزل روانہ ہوا۔

۸ رجون کو پورے آٹھ بجے جہاز بصرہ بندرگاہ پہنچا۔ چیکنگ کیلئے پاسپورٹ ہم سے لئے گئے، اور پولیس کے اعلیٰ افسران عراقی جہاز کے کمرۂ سفارتی میں تشریف لے آئے۔ وہ تمام پاسپورٹ کے نمبر دیکھتے اور اپنی کتاب میں ان کا قانونی طور پر اندراج کرکے پاسپورٹ واپس کر دیتے ـــــ جہاز سے باہر ہم تقریباً دو گھنٹے ٹھہرے رہے۔ آخر ادارہ کا منتظم ایک ٹرک لایا۔ اس میں سامان لاد کر خندقِ محمدی جو یہاں سے قریب ہی ہے، پہنچایا گیا۔ وہاں سامان کو ایک مخصوص مکان میں رکھا۔ ظہر کی نماز ادا کی۔ ہوٹل کا انتظام بہت اچھا تھا۔ کمرہ موزوں مل گیا۔ خوب آرام کیا۔ رات کو سوئے صبح ہوئی تو اللہ جل شانہ کا شکر ادا کیا۔

ـــــ رات ہی سے مولوی محمد اسحاق صاحب نے زیارات کا پروگرام مرتب کیا تھا۔ چنانچہ ۹ر جون کو آٹھ بجے چار ٹیکسیوں پر ہمارا قافلہ روانہ ہوا۔ قریباً ۹ بجے بستی زبیر کے قبرستان میں ایک مکان کے اندر حضرت خواجہ حسن بصری کے مزارِ اقدس پر فاتحہ خوانی کی، ان کی پائینتی میں حضرت امام محمد بن سیرینؒ کا مزار ہے۔ بستی زبیر جسکو پرانا بصرہ بھی کہا جاتا ہے میں ایک عالیشان مسجد کے اندر داخل ہوئے۔ اس کے کمرہ کے ایک گوشہ میں حضرت زبیرؓ کا مزار ہے ـــــ اس بستی سے پھر ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس ہوئے۔ راستے میں ایک

مینار نہایت شکستہ حالت میں سڑک کے کنارے پر واقع ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک نسں مپرسی کی حالت میں برآمدہ ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے یہاں تھوڑا سا قیام کیا تھا ——

واپس ہوٹل میں پہنچ کر کھانا وغیرہ کھایا۔ اور دو بجے کے قریب پھر روانہ ہوئے۔ اپنا سامان لیکر بصرہ کے ریلوے اسٹیشن پر جو کہ ہمارے مقامِ رہائش سے تقریباً ۲ میل دور تھا پہنچے، یہاں سے بذریعہ ریل بغداد گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر اتر کر بسوں کے ایک خوبصورت اڈا شرکۃ الباصات الوطنیہ پہنچے یہاں کی کوئی زیارت اور کوئی مقام نہ دیکھا۔ شام کی نماز کے بعد ہماری بس یہاں سے روانہ ہوئی۔ رات کے وقت دورانِ سفر کوئی خاص چیز دیکھنے میں نہ آئی۔ صبح ½ ۹ بجے کے قریب رطبہ چوکی پر پہنچے، لاری نے پٹرول لیا اور ہم نے پانی لیا۔ یہاں ہمارے پاسپورٹ بھی چیک کئے گئے —— یہاں تقریباً نصف راستہ ختم ہو جاتا ہے ——

تقریباً ½ ۱ گھنٹہ قیام کے بعد لاری پھر چلی۔ اور عصر کے قریب عراقی آخری چوکی ایچ فور (H-4) پہنچی، جہاں ہم نے نمازِ عصر ادا کی۔ بعد ازاں جب شرق اردن کی سرحد آئی تو ایسا پتھریلا چٹیل میدان شروع ہوا جس طرح کوئی ہوائی اڈا وسیع پیمانے پر بنایا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھتے گئے —— آخر آفتاب اپنی جوانی کی بہار گذار کر کہولت کے چکر میں تھا۔ تو ایک ایسا منطقہ آیا جس میں سیاہ رنگ کے پتھروں کی جیسے بارش ہوئی تھی، بے قاعدگی سے پڑے ہوئے پتھریاں دکھائی دیتے تھے، جیسے یہاں سے کبھی کوئی بنی آدم گذرا ہی نہیں —— نمازِ مغرب اور پھر نمازِ عشاء لاری ہی میں پڑھی —— مگر اب سڑک ہموار آچکی تھی، اور سکون کا سفر تھا۔

چلتے چلتے ایک شہر آیا جو کافی بڑا تھا —— یہ عمان شہر تھا۔ مگر ہمیں ابھی تک مکمل طور پر یقین نہ ہونے کی وجہ سے اطمینان نہ ہوا۔ لاری ڈھلان کیطرف مائل ہوگئی۔ کچھ ڈھلان اتر کر ڈرائیور نے کسی قدر افسوس کے ساتھ سر ہلایا۔ اور لاری کھڑی کر دی، میں نے تو خیال کیا کہ شاید راہ سے بھٹک گیا ہے۔ ہم میں سے بعض آدمیوں نے نمازِ تہجد ادا کی، تقریباً ۲ گھنٹے بعد لاری پھر چلی۔ تو بہت جلد ہی اپنے اڈا پر پہنچ گئی ہم اتر کر اپنی رہائش گاہ پر پہنچے۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد اس طرح خوابِ خرگوش سوئے کہ جسطرح کوئی گھوڑے بیچ کر سوتا ہے ——

۱۵ ر جون بروز ہفتہ صبح بس پر سوار ہو کر ہم قریباً ۶۵ آدمی زیارات کو روانہ ہوئے —— عمان سے چلتے ہی پہاڑی سلسلہ کوہ ہے۔ مگر یہ پہاڑ سرسبز پہاڑ ہیں۔ عمان سے ۳۰ کلومیٹر پر ایک شہر ہے، اس سے

چند میل آگے چل کر وادی حضرت شعیب علیہ السلام شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے گذر کر شونہ کی بستی ہے اس سے آگے نہر الاردن ہے۔ جو علاقہ اردن اور فلسطین کی حدِ فاصل مانی جاتی ہے۔ اس سے آگے اریحا کی آبادی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ شہر فلسطین کے علاقہ میں اردن سے جاتے ہوئے پہلا پر رونق شہر ہے۔ اس سے آگے چل کر سڑک کے بائیں جانب تقریباً ۱½ میل کے فاصلہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا روضۂ انور ہے۔ مزارِ مبارک تک سڑک پختہ جاتی ہے، مزارِ مبارک سرخ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ اس جگہ سیاہ پتھر ہے جو معجزہ کے طور پر آگ لگانے سے جلتا ہے۔ لوگ یہاں آکر کچھ نیاز وغیرہ پکاتے ہیں۔ تو ایندھن کی جگہ کام دیتا ہے۔ مگر اس حد سے باہر یہ صفت فوت ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ہم بیت المقدس پہنچے۔ اور بعد ازاں بیت لحم کا شہر دیکھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے۔ اس سے آگے باب الخضر، برق سلیمان علیہ السلام، بستی نخ خلیل، بستی غضر عاصیون، اور مقام الخلیل ہے، اس کا پرانا نام (کنعان) ہے۔ یہاں اتر کر الجزیرہ ہوٹل میں بستر ے ڈال دیئے۔ ۱½ گھنٹہ آرام کے بعد شہر کے دوسرے کونہ پر مقامِ مبارک باسم گرامی۔ خلیل الرحمٰن۔ پہنچے۔ سب سے پہلے جدِ انبیا علیہم السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مزارِ مبارک پر ہدیۂ دعا و سلام عرض کیا، اور فاتحہ شریف پڑھا ——— اس کے بعد تمام مزاروں پر درود و سلام اور فاتحہ شریف پڑھا۔

بعد ازاں بستی العوزہ، ابوالغمرہ اور دورہ سے ہوتے ہوئے، مزارِ اقدس حضرت نوح علیہ السلام دیکھا۔ اور متعجب ہُوا، کیونکہ یہ مزار نہایت بوسیدہ جگہ پر تھا، اس کے اوپر پیوند لگا ہُوا ایک سبز رنگ کا غلاف تھا۔ کیونکہ سنا ہے کہ اگر دنیا کے سارے ولی، قطب، غوث، ابدال کی شان اور مراتب من اللہ کو یکجا کیا جائے، تو ایک ادنیٰ صحابی کی شان کے برابر نہیں ہو سکتی، مگر ساڑھے نو سو برس اعلائے کلمۃ الحق کے پیغام بر اولالعزم اور آدم ثانی کے مزارِ مقدس آثار کا یہ عالم کہ ہمارے یہاں کے مزارات اس پر فوق الحیثیت ہوں گے۔ مگر نعوذ باللہ صرف عمارتی لحاظ سے، ورنہ نبی یہاں سے بنی ہے، اس کی شان خدائے قدوس کو ہی معلوم ہے ———

اس کے علاوہ بہت دن سفر میں گذرے اور کئی زیارتیں کیں۔ ۲ر جولائی ۱۹۵۷ء کو مدینہ منورہ پہنچ جانے کا ذوق و شوق نہایت سرعت سے گدگدی لے رہا تھا۔ ؏

سحر ہوتے ہی کلیوں کو تبسم آ ہی جاتا ہے۔

ہر لمحہ حضورؐ کی محبت مردہ دلوں کو جگا رہی تھی، کہ اللہ کے فضل و کرم سے ۱½۹ بجے مدینہ منورہ کی بیرونی پولیس چوکی پر پہنچے۔ یہاں سامان بغرض تلاشی نیچے اتروانے کا حکم محکمہ کیطرف سے ہُوا۔ جب اتروایا گیا تو بغیر

تلاشی لئے چاک کا نشان لگا کر اجازت مل گئی۔ اس حرکت سے ہم ٹھٹکے ہوئے آدمی ایک گونہ تو دل میں کڑھے مگر قہر درویش بر جانِ درویش۔ اور کچھ مدینہ کے ساکنین کے متعلق تو زبانِ شکوہ دراز کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم ہر وقت زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتے ہوں ؎

قدم کیوں نہ اہلِ مدینہ کے چوموں — جوارِ نبی کے ہیں یہ رہنے والے

—— ہماری بس مدینہ منورّہ کی جانب جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد مدینہ منوّرہ کے در و دیوار اور اس مقدس شہر کے بعض حصص نظر آنے سے دلوں میں ایک نئی امنگ اور نیا شوق ظہور پذیر تھا۔ درود شریف پڑھتے پڑھتے اس وادیٔ مقدسہ میں داخل ہوئے تو دل نے کہا ؎

یہاں جرأتِ شوق سوئے ادب ہے — نگاہوں کو غافل ادب سے جھکا لے
بن آئی ہے لے طبعِ مشتاق تیری — جہانِ تجلی سے دل کو بسا لے
اسے کیا ہوس کائناتِ جہاں کی — جو اس زندگی ہی میں جنت کو پالے
مدینے کے کوچے ہیں اور سیرِ جنت — بلا سے جو پڑ جائیں تلوؤں میں چھالے
غلاموں کے آقا غریبوں کے مونس — مجھے بھی گدا اپنے در کا بنا لے
کروں کس زبان سے ادا شکر تیرا — حریمِ رسالت میں پہنچانے والے
سیہ کار ہوں اور یہ آسرا ہے — کہ دامانِ رحمت میں کوئی چھپا لے

مولانا مفتی محمود صاحب کی اذانِ سحر کے بعد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ

کی

دلیلِ سحر

قومی اسمبلی میں کی گئی ایمان افروز تقاریر اور تحاریکِ التواء کا مجموعہ

بہترین کتابت —— عمدہ طباعت —— صفحات ۸۰ —— قیمت ۵/- روپیہ

عزیز پبلی کیشنز —— ۵۶ میکلوڈ روڈ —— لاہور